حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

سیرت و کردار کا ایک دلچسپ پہلو

جس ظالم عیسائی حکومت نے حنفی مسلمان بادشاہ سے نہ صرف تختِ طاؤس چھین کر لال قلعہ دہلی پر یونین جیک لہرایا تھا بلکہ اُس کے سامنے شہزادوں کے مبارک سر جُدا کر کے اسے اندھا کر کے رنگون بھیج دیا تھا جہاں آج بھی وہ محوِ خواب نہیں بلکہ تڑپتی ہوئی رُوح کے ساتھ بے چین ہے، اُسی ظالم حکومت کو جن مجاہدین نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس برِّصغیر سے نکالا یہ مجاہدین سر کا خطاب لینے والے نہ تھے بلکہ سربکف ہو کر اہل و عیال، وطن و دیس سے محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر میدانِ عمل میں کُود پڑے تھے اُن کی داستانیں تو شاید غلامانہ ذہنیّت اور مُتعصّب دانشور تحریر نہ کر سکے مگر مالٹا کی ریت کے ذرّے، خالق دینا ہال کراچی کے در و دیوار، قلعہ احمد نگر کا ایک پرانا درخت، مراد آباد کی جیل، میانوالی کا قید خانہ اور ماسکو، ترکی، ارضِ حرم کے در و دیوار آج بھی وہ سیاسی کہانی روزانہ دہراتے ہیں۔ کاش! گوشِ دل رکھنے والا سننے کی طرف متوجّہ ہو، گوشِ گل والے کو تو اپنی خبر نہیں وہ کیا جانے! گوشِ گُل والوں کا تو یہ حال ہے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

ان ہی سربکف مجاہدین کے سالارِ اعظم، سیدِ عالی نسب، مجاورِ حرمِ اطہر، جاروب کش روضۃٌ من ریاض الجنۃ، مسند آرائے حدیث جدِ امجد صلی اللہ علیہ وسلم، صدر الصدور علماء برِّصغیر جسے حسین احمد کہا جاتا ہے کا نامِ نامی سرِ فہرست ہے۔ یہ گنہگار کفش بوسِ حضرت مدنیؒ آجکل ایک کتاب بہ نام چراغِ محمد لکھ رہا ہے جو حضرت مدنیؒ کا تاریخی نام ہے۔ اس میں حضرت مدنیؒ کے مختلف اطوارِ حیات اور ادوارِ زندگی کو مُدلّل طریقہ پر تحریر کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اسی کتاب کے ایک باب کا خلاصہ ماہنامہ الحق میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ چونکہ ماہنامہ الحق نے ارادت، عقیدت اور حقیقت پر مبنی محبت کا حق ادا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، اس لیے یہ چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں۔

خاکروب آستانۂ مدنی : زاہد الحسینی از بسترِ علالت

حضرت مدنیؒ اسارت مالٹا میں | اس اسارت کا پس منظر انڈیا آفس لائبریری لندن کے محفوظ ریکارڈ سے نقل کیا جاتا ہے :-

"۱۲۷ محمود الحسن مولانا جسے حضرت مولانا بھی کہا جاتا ہے، ریشمی خطوط کے مکتوب الیہ، مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے صدر مدرس تقدس اور پارسائی کے لیے مشہور، ان کے مریدین میں سر کردہ مسلمان ہندوستان بھر میں ہیں عبیداللہ (سندھی) کے اثر میں آنے سے ان کے خیالات تبدیل ہو گئے، دیوبند میں ان کا مکان اتحادِ اسلامی کی سازشوں کا گڑھ تھا۔ اسی شخص نے سیف الرحمٰن، فضل الٰہی، فضل محمود وغیرہ کو سرحد پار قبائلیوں کو جہاد پر بھڑکانے کے واسطے بھیجا۔ ایس ایس اکبر جہاز کے ذریعہ خود بھی تیرہ ۱۳ منحرف افراد کے ساتھ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۶ء کو ہجرت کر کے عرب روانہ ہو گیا۔ عرب میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے پے در پے اس بات کی کوشش کی کہ ہندوستان میں جہاد کے مقصد کے لیے حکومتِ ترکی کی ہمدردیاں حاصل کریں۔ انور پاشا، جمال پاشا، غالب پاشا سے ملاقاتیں کیں اور فرمان حاصل کیے، جن میں ایک فرمان محمد میاں عرف مولوی منصور کے ذریعہ ہندوستان اور آزاد علاقہ کے سازشیوں کو دکھائے جانے کے بعد کابل پہنچا دیا گیا۔ ہندوستان میں اسلامی اتحاد کی سازش میں مولانا کی راہنمایانہ قائدانہ شخصیت بڑی سرکردہ ہے، جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ جنرل ہیں، ۲۰ ستمبر ۱۹۱۶ء کو شریف مکہ کے احکام سے ان کو گرفتار کر لیا گیا اور جدہ بھیجدیا گیا، جہاں سے انہیں ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا گیا" (ص ۲۴۳)

آپ کے ساتھ آپ کے ترجمانِ خصوصی حضرت مدنیؒ اور جاں نثار خادم مولانا عزیر گلؒ، عبدالوحید صاحب اور حکیم نصرت حسین مرحومین کو بھی گرفتار کر کے مالٹا میں اسیر کر دیا گیا، جس کی پوری روداد تو اسیر مالٹا نامی کتاب میں مندرج ہے، یہاں صرف ایک منظر پیش کیا جاتا ہے :-

"شیخ الہند محمود حسن اور ان کے ساتھی اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کر دیتے ہیں اور حکومت مذکورہ انہیں برطانوی پولیس کے حوالے کر دیتی ہے لیکن حکومتِ برطانیہ اپنی کسی سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر انہیں ہندوستان واپس کرنے کی بجائے مصر بھیجدیتی ہے، مولانا حسین احمد مدنی بھی ساتھ ہیں، پانچ افراد کا یہ مختصر سا قافلہ (جس سے حکومتِ برطانیہ لرز رہی تھی) بذریعہ بحری جہاز مصر پہنچتا ہے اور جیل میں منتقل ہونے سے پہلے تحقیق و تفتیش کی غرض سے چند انگریز افسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے :-

انگریز افسر :- آپ کو حکومتِ حجاز نے گرفتار کیوں کیا؟

شیخ الہند :- میں نے ایک محضر نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا جو حکومتِ برطانیہ کی خوشنودی کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ ویسے بھی یہ محضر نامہ شریعت کے خلاف تھا۔

انگریز افسر :- ریشمی خط کے بارہ میں آپ کچھ جانتے ہیں؟

شیخ الہند:۔ مجھے اس کا کچھ علم نہیں (کہ اب وہ کہاں ہے)

انگریز افسر:۔ اس میں لکھا ہے کہ آپ برطانیہ کے خلاف ایک سازش میں شریک ہیں؟

شیخ الہند:۔ ممکن ہے ایسا ہی لکھا ہو لیکن ذمہ داری لکھنے والے پر ہے۔

انگریز افسر:۔ آپ نے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کی؟

شیخ الہند:۔ بیشک میں اُن سے ملا، ایک دن دونوں حضرات مدینہ منورہ تشریف لائے، ان کے اعزاز میں علماء کا ایک اجتماع ہوا اور مولانا حسین احمد مدنی بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

انگریز افسر:۔ آپ نے اس اجتماع میں کوئی تقریر کی؟

شیخ الہند:۔ میں نے تو نہیں کی ہاں مولانا حسین احمد نے کی تھی۔

انگریز افسر:۔ میں نے سُنا ہے آپ ترکی، افغانستان اور ایران میں کوئی دوستانہ معاہدہ کروانا چاہتے ہیں اور پھر ان تینوں طاقتوں سے ہندوستان پر حملہ کروا کے انگریزی حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ شریف حسین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ الہند:۔ میں اُسے ایک باغی خیال کرتا ہوں"۔ ــــــ ("نئی دنیا" شیخ الاسلام نمبر)

اس کارروائی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ اور اُن کے رُفقاء کو مالٹا میں قید کر دیا گیا اور جنگ کے خاتمہ تک وہیں رکھا، آپ کا جرم صرف یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کو متحد کرتے اور ہندوستان کو عیسائی حکومت سے نجات دلانے کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ اُن کے عقیدہ میں جب خلیفۃ المسیح کا وجود عیسائیت کے اتحاد کے لیے ضروری اور مقدس ہے تو خلیفۃ المسلمین اس سے بھی زیادہ ضروری ہے، مگر اسے اسلام دشمن برداشت نہ کر سکے اور اب بھی اُن کا یہی طرزِ عمل ہے۔ آج سے چند سال پہلے جب میثاقِ استنبول معرضِ وجود میں آیا تو یہود و نصاریٰ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ روما کا پوپ خلیفۃ المسیح پہلی بار یہودیوں کے ہاں آیا اور پھر بھارت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کے لیے بمبئی آیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ایسی تحریک چلی کہ ایک مجاہد کو پاکستان کی صدارت سے الگ کر دیا گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ اس مجاہدِ جلیل کی محنت تو عالمِ اسلامی کو متحد کرنے کی تھی مگر دین کے مخالفوں نے اپنے ہی گھر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کاش! اب بھی مسلمان یہود و نصاریٰ، ہنود اور دُوسرے دشمنانِ دین کی ریشہ دوانیوں کو سمجھ جائیں۔ (اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم)

اسارتِ مالٹا میں حضرتِ مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ نے کس قدر صبر آزما زندگی گذاری! اس کی طویل داستان کا ایک حصہ یہ ہے کہ:۔

ــــــ "آپ کے خاندان کے چھ افراد دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، جیسا کہ آپ نے مولانا حافظ زاہد حسن

کے نام اپنے مکتوبِ گرامی میں لکھا ہے: ــــــــــ احقر کے جدا ہونے کے بعد تقدیرِ الٰہیہ نے وہ افتادیں ڈالیں کہ جن کا بیان کرنا مشکل ہے، اس میں چھ آدمی ہمارے خاندان کے راہی ملکِ عدم ہوئے۔ والد صاحب، والدہ صاحبہ، والدۂ اخلاق (حضرتؒ کی زوجۂ محترمہ) زوجہ بھائی سید احمد صاحب و دختر بھائی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہر دو بھائی صاحبان مع والد محترم مرحوم کے اڈریا پل میں نظر بند تھے، فقط تمام خاندان میں محمود احمد کی اہلیہ اور خادم زادی مدینہ منورہ میں زندہ بچکر بہ ہزار مصیبت گذشتہ اواخر ماہ جمادی الثانی میں اڈریانوپل پہنچ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" ــــــــــ (از مالٹا سینٹ کلیمنٹ براکس اسیر الحرب حسین احمد[۲۲۱])

مگر ایک عظیم مقصد کے لیے نہایت تحمّل اور بُردباری سے اُسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اسارتِ مالٹا کے زمانے میں حضرت مدنیؒ کے مشاغل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آرام کی ہر ممکنہ سعی کرنا، ترجمۃ القرآن المجید میں حضرتؒ کے ساتھ مذاکرہ (یہ بے نظیر ترجمہ اور پہلے چند پاروں کے حواشی لکھتے وقت حضرت شیخ الہندؒ کے پاس تفاسیر میں سے صرف تفسیر جلالین کا ایک بوسیدہ نسخہ تھا اس لیے اس اہم کام میں حضرت مدنیؒ اور مولانا عزیر گلؒ کے ساتھ باقاعدہ مذاکرہ ہوا کرتا تھا) اپنے روحانی اسباق کی تکمیل۔ یہی وہ ترجمہ قرآن مجید ہے جو حضرت شیخ الہندؒ نے اسارتِ مالٹا سے رہائی کے بعد قوم کو ہدیۂ بے نظیر دیا جس پر حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیری فوائد کا کافی حصہ مرتب فرمایا اور پہلی بار مدینہ اخبار بجنور کے مالک مولوی مجید حسنؒ نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مالٹا سے رہائی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہو گیا اور ان کے بعد قوم و ملت نے آپ کو جانشین شیخ الہندؒ کا خطاب دیا جس کے آپ صحیح مستحق تھے، آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کو جاری رکھا۔

ہندوستانی جیلوں میں چونکہ آپ اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ عیسائی حکومت کا یہ متکبرانہ نعرہ کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا، اس سورج کی تابانی صرف اور صرف ہندوستانی سپاہیوں کے خون سے ہے جن میں غالب اکثریت اُن مسلمانوں کی ہے جن کا تعلق صوبہ سرحد، پنجاب، بلوچستان سے زیادہ ہے جہاں سے انگریز کے نمائندے ۱۲، ۱۸، ۲۰ روپیہ میں ایک نوجوان مسلمان کو خرید کر انگریزوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس خدمت کے صلہ میں خود نوخان صاحب، خان بہادر، سر کا خطاب، جاگیروں کے ساتھ حاصل کر لیتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے خوبصورت نوجوان عیسائیت کے فروغ کے لیے اپنی جانوں کو قربان کر کے لاکھوں عورتوں کو بیوہ، لاکھوں بچوں کو یتیم اور لاکھوں ماؤں کے سینوں کو داغدار بنا دیتے ہیں۔ کوئی بن غازی میں پیوندِ خاک ہو جاتا ہے، کسی کی کھوپڑی کے ساتھ جرمنی اور پولینڈ کے بچے کھیلتے ہیں اور کسی کی ہڈیاں کھاد بن کر انڈونیشیا، فجی، سنگاپور کے کھیتوں اور باغوں کو شادابی کے لیے ڈال دی جاتی ہے، ادھر بیوہ کو چند ٹکے پنشن اس

شرط پر دی جاتی ہے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ چنانچہ اس امر کا اعتراف انگریزوں کے آخری کمانڈر انچیف مسٹر مارشل آکنلک نے کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

——— "ان ہندوستانی اور پاکستانی سپاہیوں کی مدد کے بغیر نہ تو اطالیوں کو اریٹریا سے نکالا جاسکتا تھا اور نہ جنرل رومیل کو مصر پر قبضہ کرنے سے باز رکھا جاسکتا تھا اور نہ ہی برما کو جاپانیوں سے دوبارہ حاصل کیا جاسکتا تھا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ کرایہ کے فوجی تھے جو اپنی تنخواہ کے لیے لڑتے تھے لیکن اس سے یہ حقیقت نہیں بدل سکتی کہ انہوں نے برطانیہ کی خاطر جنگ کی اور اپنی جانیں دیں۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ میں اپنے ہم وطنوں (انگریزوں) کی مذمت کروں بلکہ در اصل ایک واجب الاداء فرض کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کے ہم زیر بار ہیں لیکن جس کا ہم بہت کم اعتراف کرتے ہیں"——— (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۶ اپریل بحوالہ لندن ٹائمز)

اس لیے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اس سے پہلے ہی انگریز کی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دینے کا فتویٰ دیا جس کی پاداش میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا جو "مقدمہ کراچی" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی سماعت کراچی کے خالق دینا ہال میں ہوئی تھی، یہ مقدمہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو شروع ہوا۔ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز پر دعویٰ کرتے ہوئے وکیل سرکار مسٹر انفسٹن نے کہا:۔

——— "ملزم نے ایسے ریزولیشن کی اشاعت میں حصہ لیا ہے جس سے ملک معظم کی فوج میں بغاوت پھیلنے کا اندیشہ ہے" ———

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

——— "میں ایک عالم دین ہوں، احکام خداوندی کا ماننا مجھ پر غیر عالم کے مقابلہ میں زیادہ ضروری ہے۔ میرا فرض منصبی ہے کہ میں خداوندی احکام دوسروں تک پہنچاؤں۔ یہ امر کہ میرا پیش کردہ ریزولیشن کانفرنس میں پاس ہوا تھا کوئی نئی بات نہیں ہے، اس کا پاس کرنا اسی طرح ضروری تھا جس طرح ایک حکیم کے لیے طبی مشورہ دینا۔ جب لائیڈ جارج اور چرچل نے اس کا اعلان کر دیا کہ اسلام اور برطانیہ کے مابین جنگ ہے، تو اس وقت نہ صرف ضروری بلکہ ہمارا اہم ترین فرض تھا کہ ہم اعلان کریں کہ ایک مسلمان گورنمنٹ کے ساتھ اسی حد تک وفادار ہو سکتا ہے جہاں تک اس کے مذہب نے اجازت دی ہے۔ اگر گورنمنٹ ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کی تکمیل نہیں کرنا چاہتی اور اگر مذہبی فرائض یا پابندیوں کا احترام و لحاظ نہ کیا گیا تو اس صورت میں کروڑوں مسلمانوں کو اس مسئلہ کا فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ آیا وہ مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کو تیار ہیں یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت کی حیثیت سے؟ اور ۲۳ کروڑ ہندوؤں کو بھی یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ آیا وہ مذہبی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا کی حیثیت سے، لیکن اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی چھیننے پر تیار ہے تو مسلمان اپنی جان تک دینے کو تیار ہوں گے اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا

جو اپنی جان قربان کردوں گا"____ (اس جملہ پر بھری عدالت میں مولانا محمد علی جوہر نے حضرت مدنیؒ کے قدم چوم لیے)

آخر یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو حضرت مدنیؒ اور ان کے دوسرے رفقاء کو دو سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا گیا اور حضرت مدنیؒ کو سابرمتی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔

"یہاں یہ بات ذکر کرنی ضروری ہے کہ ۱۹۱۹ء میں عیسائی حکومت نے رولٹ بل پاس کیا تھا جس کی رُو سے عدالت اور پولیس کو بہت زیادہ اختیارات دیئے گئے تھے۔ اسی زمانہ میں حکومتِ پنجاب نے جلیانوالہ باغ امرتسر میں نہتے شہریوں کو (جن میں مسلمان، ہندو، سکھ سب تھے) جنرل ڈائر کے حکم سے نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کیا اور عوام اور طلباء کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا گیا اور پورے پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے اپنے اس بیان میں ہندوستان کے سب رہنے والوں کو متنبہ کیا کہ وہ اس حکومت کے مظالم کے خلاف متحد ہو جائیں اور یہی بات اس حادثہ کے بعد امرتسر میں ہونے والے جلسہ میں مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے فرما چکے تھے"۔

اس فیصلہ کے بعد کچھ دن کراچی میں رکھ کر پھر آپ کو سابرمتی جیل احمد آباد گجرات بھیجدیا گیا جہاں آپ کے مشاغل اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مقاماتِ سلوک و احسان کی تکمیل تھی جیسا کہ آپ نے اسی جیل سے ایک خط میں تحریر فرمایا:۔

____ "واقع میں بہت اچھا موقع ترقی اور کام کا ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ طبعی تکاسل اور ذاتی ناقابلیت، قسمت کی کوتاہی، نفس کی شرارتیں مالٹا اور کراچی میں جس طرح سدِ راہ تھیں یہاں بھی ہمراہ ہیں ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

؎ سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم
چند بر خود تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

مع ذلک اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ہو سکتا ہے کر رہا ہوں، الطافِ ربانیہ کا شکر ادا کرتا ہوں ؎

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بروید از ہر مو زبانم | ادائے شکر لطفش کے توانم____

مشقت | حضرت مدنیؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں جیل ہی سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

____ "حکام کو سخت تاکید ہے اور ہوتی رہتی ہے کہ ان پولیٹیکل قیدیوں کے ساتھ معمولی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے، کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ ہو، مشقت ہم لوگوں کو بہت سہل کام کی ہے، پہلے تو پانچ چھ گھنٹے کام کرنا ہوتا تھا مگر اب تو دو ڈھائی گھنٹے کرنا ہوتا ہے، اُون کے تاروں کو بننا ہوتا ہے، پہلے سُوت کے تاروں کو چرخ پر دوہرا

کرنا ہوتا تھا" ——— (مکتوبات جلد ۲ صہ ۳۳)

خدمت خلق | آپ کا یہ طرۂ امتیاز تھا جس پر موافق اور شدید مخالف بھی متفق ہیں کہ حضرت مدنیؒ میں خدمت خلق کا جذبہ بطور عادت کے نہیں بلکہ بطور عبادت کے تھا، آپ کی نظر پر اثر میں بقول مولانا حالی مرحوم ؎

یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا ۔۔۔ کہ مخلوق ساری کنبہ ہے خدا کا

۱۹۳۹ء میں جب دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ نے جبریہ بھرتی اور ہندوستان کو جبری طور پر جنگ میں شریک کر دینے کے خلاف پوری قوت سے تقریریں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۲۵ جون ۱۹۴۲ء کو آپ کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور ابھی آپ جیل ہی میں تھے کہ اگست ۱۹۴۲ء کی تحریک شروع ہو گئی جس کا عنوان "ہندوستان چھوڑ دو" تھا۔ مدت سزا ختم ہونے کے بعد جیل ہی میں آپ کو دفعہ ۲۶ کے تحت نظر بندی کا نوٹس ملا، چنانچہ تقریباً تین سال آپ کو مراد آباد اور نینی جیل میں قیدی اور نظر بند کی حیثیت سے رہنا پڑا۔

ان جیلوں میں بھی آپ کے وہی مشاغل تھے، ان میں درس قرآن کریم کا نمایاں حصہ تھا۔ یہ درس عمومی اور خصوصی بھی تھا چونکہ مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اکابر بھی اسی جیل میں تھے اس لیے ان کی درخواست پر خصوصی درس قرآن عزیز شروع فرمایا جو "میاں سے سبع" کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ عمومی درس میں غیر مسلم شریک ہوتے تھے، اس درس کا اثر مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ کے قلم سے :۔

"——— مسلمان تو اس درس سے مستفید ہوتے ہی تھے غیر مسلم قیدی بھی حاضری دیتے، ایک صاحب جو کہیں کے سیٹھ یا ساہوکار تھے بحمد اللہ باضابطہ مشرف بہ اسلام ہو کر رہے"۔ ——— "صدق" لکھنؤ ۲ اگست ۱۹۴۳ء

اس زمانۂ اسارت میں بھی خدمت خلق جاری رہی، یہاں ایک غیر مسلم سیاسی قیدی کی کہانی اُسی کی زبانی درج کی جاتی ہے :۔

"——— ۱۹۴۳ء میں نینی جیل میں آپ کو صرف ایک پاؤ گوشت ملتا تھا مگر آپ بعض ان قیدیوں کو جو گوشت سے محروم تھے ساتھ ملا کر کھانا کھلا دیا کرتے تھے۔ آپ کی صحت گرنے لگی تو میں نے جیل کے ڈاکٹر سے کہا کہ مولانا اپنا کھانا تقسیم کر دیا کرتے ہیں اسلئے تندرستی گرتی جا رہی ہے، انہوں نے پہلے تو یہ کہا میں کیا کروں؟ قاعدہ یہی ہے ان کو صرف پاؤ بھر گوشت مل سکتا ہے، لیکن دوسرے دن آکر وزن کیا اور تندرستی گرتے ہوئے دیکھ کر پاؤ بھر گوشت اور بڑھا دیا، اسکے مطابق مولانا کا خرچ اور بڑھ گیا اور لوگ بھی کھانے میں شریک ہونے لگے، اسے دیکھ کر میں نے کہا میں آپ کے ساتھ اس بیرک میں نہ رہونگا کیونکہ آپ کا اخلاق اتنا وسیع ہے کہ اگر میں تھوڑے دن اور رہا تو مسلمان ہو جاؤں گا"۔ ———

(سیتا رام جی سوکل ——— الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۷۶)

باقی باقی ان شاء اللہ الباقی